تحریر حکیم عبدالرحمن خلیق

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

اس مسئلہ پر اس اعتبار سے بھی غور فرمالیجئے کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی معزولی کا یہ فیصلہ کہیں چھپ چھپا کر طے نہیں پایا تھا اور نہ ہی یہاں کوئی پراسرار راہ عمل اختیار کی گئی تھی بلکہ جب اس مسئلہ پر حکمین نے گفتگو کی تو یہ گفتگو اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ فریقین کی طرف سے شریک مجلس ہونے والے بہت سے آدمیوں کی موجودگی میں ہوئی تھی اور ان بہت سے گواہوں میں سے کتنے ہی گواہ فریق علیؓ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور دوسرے آدمی امیر معاویہ کے حمائتی تھے اور یہ سب کے سب پھر عام سطح کے لوگ ہی نہیں تھے بلکہ ان میں اکابر صحابہؓ اور اونچے درجہ کے اہل فکر و نظر اور جید بزرگان دین بھی موجود تھے خود حضرت علیؓ کے گروہ میں سے حضرت عبداللہؓ بن عباس اور شریحؓ بن ہانی جیسے اصحاب فکر و فہم جو اسلامی تاریخ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، شریک مجلس تھے۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حارث جیسے اکابر وا عاظم حضرت علیؓ کی طرف سے ان آٹھ سو معمرین میں شامل تھے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں مغیرہؓ بن شعبہ جیسے بزرگ موجود تھے اور یہ جتنے بزرگ ذکر کیے گئے ہیں نہ ان کی بزرگی تدنانہ عہ فیہ نہ شجاعت اور حق گوئی ہی امر مشتبہ ہے۔

اور تعجب ہے کہ اتنے عظیم اجتماع کے اندر اتنے کثیر گواہوں کے سامنے اتنے رفیع المرتبت بزرگوں

کی موجودگی میں ایک فیصلہ ہوا ہے جسے ابو موسیٰؓ (ثالث من جانب علیؓ) نے بھی مانا ہے اور عمروؓ (ثالث من جانب معاویہؓ) نے بھی تسلیم کیا ہے پھر یہ فیصلہ بطور قرارداد کے لکھ کر اس پہ سارے ہی قابل ذکر لوگوں کے دستخط لیے گئے ہوئے ہیں اور سب کے سامنے یہ امر طے ہوا ہے کہ صرف یہی قرارداد مسلمانوں کے اجتماع عام میں سنائی جائے گی مگر اجتماع عام میں جب یہ قرارداد پڑھ کر سنائی جاتی ہے تو عمروؓ بن العاص اس قرارداد سے برملا مکر جاتے ہیں اور ایک متفقہ فیصلہ سے کھلم کھلا انحراف کر جاتے ہیں مگر ان میں سے کوئی اللہ کا بندہ یہ ہمت نہیں کرتا کہ اُٹھ کر انہیں اس بد عہدی پر ٹوک دے۔

کتنا اندھیر ہے کہ ایک واقعہ بے شمار کھلی آنکھوں کے سامنے ترتیب پاتا ہے اور اتنی ہی تعداد میں کان اسے بھری مجلس میں سنتے ہیں اور پھر یہ دیکھنے اور سننے والے سب کے سب وہ لوگ ہیں جن کی پوری زندگی جہد و سعی کی زندگی ہے جہاد و قتال کی زندگی ہے جن کی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ جن کی جان اور جن کا مال، جن کی سوچ اور جن کے مصالح سب ہی کچھ حمایتِ حق کے لیے ہمیشہ وقف رہے ہیں اور باطل کے خلاف ہمیشہ ڈٹ جاتے رہے ہیں۔ کل تک اکاسرہ اور قیاصرہ کی تیز و تند تلواریں اور ان کی سلطنتوں کا ہوش ربا جاہ و جلال جن کی قرآن بدوش استقامت کا حریف نہ بن سکا تھا جنہوں نے ہمیشہ جبابرۂ عصر اور نمارۂ دہر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کی جنہوں نے کلمہ حق پکارتے جبر سلطانی کی کبھی پرواہ نہ کی۔ آج وہ سب کے سب ایک عمروؓ بن العاص کے حضور دم بخود ساکت و جامد پڑے ہیں ان کی ساری حق پسندی اور حق گوئی سرد ہو کر رہ گئی ہے اور یہ سب کے سب صاف و صریح ناحق کوشی پر چپ سادھ گئے ہیں۔

وہ سب لوگ جو ثالثی مجلس میں بھی موجود تھے اور اب یہاں اجتماع عام میں بھی موجود ہیں۔ وہاں فیصلہ بھی ان سب کے ہی سامنے ہوا تھا اور یہاں بد عہدی بھی انہی سب کے سامنے ہو رہی ہے مگر آج ان کی غیرتِ ایمانی اور حمیتِ دینی بے تاب نہیں رہی ہے وہ یکسر تصویرِ محفل بنے پڑے ہیں اور لب تک نہیں ہلاتے۔

ایک طرف اکیلا عمروؓ بن العاص ہے کہ وہ اپنی ناحق گوئی اور بد عہدی پر بھی نادم نہیں ہے اور دوسری طرف باطل کے سامنے نہ جھکنے والے حق کوش صحابہ کی ایک فوج ہے جو آج شہادتِ حقہ پر قائم رہتے شرما رہی ہے۔ چلیئے قرار دے لیجئے کہ ثالثی فیصلہ کے ان گواہوں میں سے آدھے گواہ معاویہؓ کے حامی ہونے کی وجہ سے گروہی تعصب کا شکار ہو گئے ہیں۔ آپ ان کی نیت پر بھی شبہ کر لیجئے مگر جو بزرگ حضرت علیؓ کی

طرف سے شریکِ مجلس تھے وہ تو بہر حال عمروؓ کی سازش میں شریک نہیں تھے۔ یقیناً وہ لوگ امیر معاویہؓ کی سطوت سے بھی مرعوب نہیں تھے۔ انہیں کیا ہو گیا کہ وہ بھی اس عظیم انہونی کے وقوع پر ستار زبوں کھڑے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی آگے بڑھ کر عمروؓ کو بدعہدی کا الزام نہیں دیتا۔

پھر سب سے زیادہ حیرت ناک اور تعجب انگیز روش خود حضرت ابو موسیٰؓ کی ہے جو فریق ثالثی ہونے کی حیثیت سے معاہدہ کے نفاذ کے ذمہ دار ہیں ان کے ہاتھ میں اس وقت بھی وہ قرارداد موجود ہے جو انہوں نے مجلسِ ثالثی میں طے کی تھی اور اس پر خود ان کے اور عمروؓ بن العاص کے دستخط موجود ہیں۔ عمروؓ ان کی موجودگی میں اور ان کے سامنے ہی یہ اعلان برملا کر رہے ہیں کہ:

"علیؓ کو معزول کرتا ہوں اور معاویہؓ کو قائم رکھتا ہوں"

حالانکہ وہ ابھی ابھی تھوڑا ہی عرصہ پہلے مجلسِ ثالثی میں معاویہؓ اور علیؓ دونوں کو معزول کرنے کا اقرار کر کے آئے تھے اور یہ سب کچھ ابو موسیٰؓ کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے مگر وہ عمروؓ کی دستخطی تحریر ان کے منہ پر دے مارتے اور مجلس عام میں ذرا سے اظہار افسوس کے بجز عمروؓ کی بدعہدی کا بھرپور اعلان نہیں کرتے بلکہ اس کے خلاف بقول طبری اس پورے کیمپ کی صورت حال یہ تھی کہ:

"شیعان علیؓ جب صفین میں گئے تھے تو ایک دوسرے کے دوست تھے مگر جب میدان سے لوٹ کر واپس آئے تو سب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ہر ایک دوسرے سے کینہ رکھتا تھا .... پھر تحکیم کے واقعہ کے بعد سب ایک دوسرے کی راہ روکنے لگے اور وہ ایک دوسرے کو کوڑے مارتے اور گالیاں دیتے تھے۔ خارجی لوگ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھ رہنے والوں کو کہنے لگے کہ تم اللہ کے دشمن ہو۔ تم نے دین میں مداہنت سے کام لے کر حکم تسلیم کیا ہے۔

دوسرے کہتے تھے کہ تم نے امام کو چھوڑ کر جماعت کو منتشر کیا ہے پھر جب علیؓ کوفہ پہنچے تو ان کے یہ ساتھی ان کے ہمراہ نہیں آئے بلکہ ان لوگوں نے "حروراً" میں قیام کر لیا اور اعلان کیا کہ آئندہ سے ہمارا جنگی امیر (علی نہیں بلکہ) شبیث بن ربعی اور نماز کا امیر عبد اللہ بن کواء ہو گا۔"

"پھر اب جب یہ لوگ اس ناکام ثالثی مہم سے واپس لوٹے تب بھی آپس میں ہی

دست بگریباں تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے تھے" [1]

یہ روایت ہمیں بتاتی ہے کہ عمرو بن العاص ایک کامیاب مدبر، عظیم دانشمند، مشاق معاملہ فہم، ہونہار سیاست دان اور بے حد زیرک قسم کے آدمی تھے اور اپنی ذہانت اور موقعہ شناسی کے اعتبار سے اپنا جواب نہیں رکھتے تھے لیکن اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہمیں تو عمرو بن العاص کی اس کارروائی میں جوان کی طرف منسوب کی گئی ہے ان کی معاملہ فہمی دانش مندی اور ذہانت کا کوئی بھی ثبوت نہیں ملتا۔

انہوں نے اس روایت کے بموجب مسلمانوں کے ایک کھلے اجلاس اور عظیم اجتماع میں جس نامناسب طریق سے بدعہدی کا ارتکاب کیا ہے اور جس بری طرح اپنی سوجھ بوجھ کی سطحیت اور شعور کے بھوڑپن کو نمایاں کیا ہے اس کا انتساب عمرو جیسے بیدار مغز مدبر عظیم معاملہ فہم اور مردم شناس شخص کے ساتھ تو کیا کسی عام سطح کے آدمی اور عقل و خرد سے بہرہ نہ رکھنے والے شخص سے ہونا بھی پسند نہیں کیا جائے گا۔

تعجب ہے کہ ایسا دانش مند اور موقعہ شناس شخص اپنی کہہ مکرنی، عہد شکنی اور قول و قرار سے انحراف کے لیے ایک ایسا میدان اور ایک ایسا موقعہ اور مقام منتخب کرتا ہے جہاں ایک ذراسی بے احتیاطی بھی اس کی ساری نیک شہرت کے لیے پیام مرگ بن سکتی ہے اور اس کی عظمت کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتی ہے۔

عمرو جہاں کھڑے تقریر کر رہے تھے وہ کسی ذیلی مجلس یا سب کمیٹی کا اجلاس نہیں تھا بلکہ عام و خاص مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع تھا جہاں ہزاروں آدمی جمع تھے اور پھر یہ حاضرین بھی کوئی نووارد، اجنبی اور غیر متعلق لوگ نہیں تھے بلکہ سب کے سب ان کے جاننے، پہچاننے والے ان کو دیکھنے سننے اور ملنے جلنے والے لوگ تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی موجود تھے جو ان کے قول و قرار اور عہد و پیمان کے عینی شاہد تھے اور یہ بھی کوئی دو چار یا پانچ سات آدمی نہیں بلکہ ان کی تعداد بھی کثیر نفوس پر مشتمل تھی۔

عمرو نے ان عینی شاہدوں کی موجودگی میں ایک عہد باندھا تھا، ایک معاہدہ کیا تھا، ایک دستاویز پر دستخط کیے تھے اور پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ وہ گواہوں کے اس عظیم ہجوم میں انہی کے سامنے کھڑے ہو کر ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں اپنے عہد کو برملا توڑ رہے ہیں اور اپنے قول و قرار سے صاف مکر جاتے ہیں اور انہیں بالکل پرواہ نہیں ہوئی کہ صحابہ رسول علیہ السلام کے گروہ کا ایک عظیم فرد ہونے کی حیثیت سے ان کا

---

[1] تاریخ ابن خلدون، تاریخ اسلام اکبر شاہ

کیا مقام ہے اور اس پر بلاجھجک کا ان کے مستقبل پر کیا اثر ہو گا اور وہ ان لوگوں کے سامنے کیوں کر آنکھیں اٹھا سکیں گے جن کی کھلی آنکھوں وہ پوری جرأت سے ایک مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں اور یہ روایت اس پر بھی انہیں بڑا عقلمند، بڑا موقعہ شناس، بڑا سیاس حالات کی نبض کو پہچاننے والا، بلند پایہ مدبر ہی قرار دیتی ہے۔

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

سبحان اللہ وبحمدہ اگر عقلمندی، معاملہ فہمی اور ہوشیاری اسی احمقانہ ناعاقبت اندیشی کا ہی نام ہے تو معاف کیجئے گا، اس روایت کے راوی کو خود بھی عقل، دانش اور فہم و تدبر کی تعریف معلوم نہیں ہے بھلا جو شخص ہزاروں آدمیوں کے سامنے اپنے آپ کو گندہ کرے، اپنے اعتماد کو کھو دے، اپنی دیانت کو مجروح کرے، اپنی شہرت کے دامن پر داغ رکھ لے، اپنے مستقبل کے لیے ناگفتنیوں کا ایک انبار جمع کر لے اسے کون باولا ہے جو عقلمند کہے گا؟

عمروؓ بن العاص جن کی ہمت وسعی کی بے پناہیوں نے آدھی دنیا سے خراج تحسین و آفریں وصول کیا، جنہوں نے اپنے تجربہ و تدبر کی بدولت جلالت قدر اور علو مرتبت کے لاتعداد ذخیرے اپنے دامان شہرت میں جمع کر لیے، جن کی شاہین وار پروازوں نے قصر فلک اور بام فضا پر اپنے تہور کی کمندیں ڈال دیں، جنہوں نے اپنی مجاہدانہ کارفرمائیوں اور فکری و نظری صلاحیتوں سے بڑے بڑے اہل تدبیر و تجربہ کو اپنے فتراک ہمت سے باندھ رکھا تھا۔ ان سے تاریخ کی یہ سب سے بڑی حماقت کیونکر متوقع تھی جو چشم زدن میں ان کی ساری روشن تاریخ کو گمنامی کے سمندر میں ڈبو دے، ان کی تابندہ داستان حیات کے چہرے پر جہل وحمق کی کالک مل دے، ان کے حسین تاریخی کردار کی ساری شکل وصورت مسخ کر دے۔ ان کی جلالت قدر کو ختم کر دے، ان کی عظمت کو دفن کر دے، ان کی آبرو کے دامن کو تار تار کر دے اور ان کی گواہی کو ساقط کر کے انہیں تاریخ کے ویرانوں کے سپرد کر دے۔

اور اگر عمروؓ اس تاریخی بے عقلی کے باوجود بھی عقلمند ہی رہتے ہیں تو اس کے لیے عمروؓ نہیں بلکہ اس روایت کے راوی کی بصیرت کی تحسین کیجئے یا ان لوگوں کے فہم و فکر اور علم و نظر کو داد دیجئے جو ان حالات میں بھی عمروؓ کی عقلمندی کے ہی قائل ہیں۔

اس مرحلہ پر ایک یہ نکتہ بھی لائق توجہ ہے کہ عمروؓ اس بھری محفل میں اگر یوں عہد شکنی پر آمادہ ہیں تو

انہیں اس ناشائستگی سے کن فوائد کے حاصل ہونے کی توقع ہے اور وہ اس غیر دینی اور غیر اخلاقی حرکت سے اپنے آپ کو اپنے امیر کو یا اپنے فریق کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں جب کہ وہ اس جنگ کو درحقیقت مجلسِ ثالثی میں ہی جیت چکے تھے اور اب انہیں یہاں صرف اپنی کامیابی کا اعلان کرنا ہی باقی تھا اور یہ اعلان بھی انہوں نے خود حضرت علیؓ کے مقرر کردہ حکم کی زبان سے ہی کروا لیا تھا۔ پھر اب انہیں کیا پڑی تھی کہ وہ اپنی جیتی ہوئی جنگ کو خواہ مخواہ شکست سے ہمکنار کریں اور اپنے خلاف ایک فتنہ کے خروج کی گنجائش اپنے ہاتھوں پیدا کریں۔ خود اس روایت کے بموجب ہی اپنے فریق کو بجانب حق ثابت کرنے کے لیے عمروؓ بن العاص کو جو کچھ مطلوب تھا وہ انہوں نے مجلسِ ثالثی میں ہی حاصل کر لیا تھا۔ ذرا ایک اچٹتی سی نگاہ اس کارروائی پہ پھر ڈال لیجئے:

- ○ حضرت ابوموسیٰؓ (فریق علیؓ) تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ حضور علیہ السلام کے ارشد خلیفہ تھے اور مومن تھے۔
- ○ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو ظلماً قتل کیا گیا ہے۔
- ○ انہیں یہ بھی تسلیم ہے کہ عثمانؓ کو قتل کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔
- ○ وہ اس بات پر بھی صاد کرتے ہیں کہ قرآن کریم نے مقتول کے ولی کو حقِ قصاص دیا ہے۔
- ○ ان کے نزدیک یہ بات بھی درست ہے کہ معاویہؓ سے بڑھ کر عثمانؓ کا کوئی اور ولی نہیں ہے۔
- ○ انہوں نے یہ حقیقت بھی تسلیم کر لی ہے کہ معاویہؓ کو قصاص طلبی کا پورا حق ہے۔
- ○ انہوں نے یہ بات بھی مان لی ہے کہ قاتلانِ عثمانؓ فی الواقعہ حضرت علیؓ کے لشکر میں موجود ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ اس لڑائی کی حقیقی بنیاد قتلِ عثمانؓ پر قصاص طلبی کا مسئلہ ہی ہے۔ معاویہؓ قصاص کے طالب تھے اور چاہتے تھے کہ قاتلانِ عثمانؓ ان کے حوالے کر دیے جائیں مگر علیؓ اس کے لیے آمادہ نہیں تھے۔

جب مجلسِ ثالثی کی اس گفتگو اور فیصلوں کے نتیجہ میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ معاویہؓ قصاص طلبی کا حق رکھتے ہیں اور وہ اپنے اس مطالبہ میں حق بجانب ہیں تو ظاہر ہے کہ عمروؓ نے ابوموسیٰؓ کو اس بات کا قائل کر لیا تھا کہ جناب امیر معاویہؓ امیر المومنین علیؓ سے جدال و قتال میں حق بجانب ہیں کیونکہ قرآن نے ان کو قصاص طلبی کا حق دیا تھا اور علیؓ ان کے اس حق کو ماننے

پر آمادہ نہیں ہیں بلکہ وہ روایت کے بموجب قاتلانِ عثمانؓ کو بچا لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی انہیں اپنی طاقت سے قتل کرنا چاہے تو علیؓ اس کی فوجی مزاحمت پر بھی آمادہ ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ وہ قاتلانِ عثمانؓ کو اپنا دست و بازو بھی بنا چکے ہیں اور ان کی حمایت حاصل کر کے قرآنِ کریم کے ایک حکم کے نافذ ہونے میں رکاوٹ بن گئے ہیں بنا بریں عمروؓ نے ابوموسےؓ کو یہ بات منوالی تھی کہ اس جھگڑے میں علیؓ کا موقف درست نہیں ہے۔ تو گویا ثالثی فیصلہ کے بموجب معاویہؓ کو یہ حق مل چکا تھا کہ وہ اگر چاہیں تو بے شک اپنے حق کو علیؓ کی مملکتی مصلحتوں پر قربان نہ کریں اور قرآن نے انہیں جو دیا ہے اسے وہ بہرحال لے سکتے ہیں۔

پھر بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ عمروؓ کا یہ کارنامہ ان کی ذہانت اور سیاسی سوجھ بوجھ کا شہ کار ہے کہ بحث و نظر کے نتیجہ میں حضرت علیؓ کی معزولی کی تجویز بھی خود حضرت علیؓ کے مقرر کردہ حکَم کی طرف سے پیش ہوئی ہے اور مجلسِ عام میں ان کی معزولی کا اعلان بھی حضرت ابوموسےؓ کی زبان سے ہی ہوا ہے۔

فرمائیے عمروؓ کو اس سے زیادہ اور کیا مطلوب تھا؟ یہ کامیابی جو انہوں نے صلح کی میز پر بآسانی حاصل کر لی تھی یقیناً میدانِ جنگ میں خطرات میں محصور تھی۔ پھر جب وہ اپنا مقصد بغیر لڑائی کے حاصل کر چکے ہوئے تھے تو اب انہیں اعلان کے وقت ایک نئی بے تدبیری کی کیا حاجت تھی جس سے خود انہی کو نقصان کا احتمال تھا۔

چلئے عمروؓ کی اس حرکت سے انہیں یا ان کے فریق کو کوئی فائدہ نہ سہی مگر ان کی اس عہد شکنی سے ان کے فریقِ مخالف کو ہی کوئی نقصان پہنچا ہو۔

اگر عمروؓ کی اس کارروائی سے کم از کم علیؓ یا ان کے فریق کو ہی کوئی نقصان پہنچ سکتا ہو تب بھی کسی ایسی ناکردنی کو ان کے دامن سے باندھ دیجئے مگر کیا اندھیر ہے کہ امر واقعہ یہ بھی نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ کو اگر کسی مرحلہ پر کوئی نقصان پہنچ سکتا تھا تو وہ جنگ بندی کے موقعہ پر ہی پہنچ گیا تھا، جب کہ ان کا غلبہ ہوتے ہوتے رہ گیا اور نہ صرف یہ غلبہ وقوع میں نہ آسکا تھا بلکہ حالات کی کروٹ میں ان کی فتح یابی زبردست شکست میں تبدیل ہو چکی تھی۔

اور اب تو عمروؓ کی اس کہ مکرنی سے علی کو الٹا فائدہ پہنچتا تھا کیونکہ فریق علیؓ کا اب یہ حال تھا کہ

وہ جنگ سے اکتا چکے تھے، ان کے خون سرد ہو چکے تھے اور وہ کسی طرح بھی دوبارہ میدان میں اترنے پر آمادہ نہیں تھے یہانتک کہ انہوں نے علیؓ کو جنگ سے دستبرداری نہ دینے پر دھمکی دی تھی کہ اگر تم جنگ بندی کے لیے تیار نہیں ہوتے ہو تو ہم تمہیں بھی عثمانؓ کے انجام سے دوچار کر دیں گے۔

ایسے میں جب عمروؓ نقضِ عہد کا ارتکاب کرتے تو ان کی عصبیت اچانک بیدار ہو سکتی تھی ان کے تعصب کا لاوا کھول سکتا تھا، ان کے سرد اور جمے ہوئے خون کے اُبل پڑنے کا خطرہ تھا۔ ان کے جذبات میں بھونچال کی تخلیق کا امکان تھا اور ہو سکتا تھا کہ وہ ایکا ایکی مشتعل ہو جائیں اور انتقام انتقام کے نعرے لگاتے مصافِ جنگ میں پہنچ جائیں اور وہی کام جسے علیؓ کی جاذب و پرکشش شخصیت انجام نہ دے سکی تھی اور جس کے لیے علیؓ کا منصب اور ان کی نیک شہرت بھی سبب نہ بن سکی تھی۔ عمروؓ کی بدعہدی سے ہی وہ کام انجام پا جاتا۔

دوسری بہت سی باتوں سے قطع نظر ایک یہی امر واقعہ اس روایت کی تکذیب کو کفایت کرتا ہے کہ عمروؓ بن العاص کو حضرت امیر معاویہؓ کی ذات سے کوئی ایسی گہری محبت و رغبت اور وابستگی موجود نہیں تھی کہ وہ ان کے لیے اپنے پورے شخصی مستقبل، اپنی پرشکوہ تاریخ اور ساری ذاتی عظمت کو خطرہ میں ڈال دینے کا ایثار گوارہ کر لیتے۔

عمروؓ بن العاص اور امیر معاویہؓ میں اس عنوان سے قدر مشترک صرف یہی ایک مسئلہ تھا کہ وہ دونوں اس حق میں تھے کہ عثمانؓ مظلوم قتل ہوئے ہیں اور ان کے قتل بے گناہی کا قصاص بہر حال ابھی لازم ہے، ورنہ ان دونوں کے تعلقات نہ پہلے پرجوش اور والہانہ تھے اور نہ بعد میں ہی ان کے روابط میں کوئی پختگی اور مراسم میں کوئی بے تکلفی پیدا ہو سکی تھی۔

اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں عمروؓ بن العاص حضرت عثمانؓ سے بھی کتنے ہی عرصہ سے ناخوش اور ناراض چلے آ رہے تھے لیکن اب جو وہ خونِ عثمانؓ کے زیرِ عنوان قصاص طلبی میں معاویہؓ کی پُرجوش حمایت کر رہے تھے تو اس کی وجہ ان کی عثمانؓ دوستی یا معاویہؓ پسندی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ ان کی حق پسندی اور حق دوستی تھی اور وہ بجا طور پر یقین رکھتے تھے کہ عثمانؓ کو ظلماً قتل کیا گیا ہے اور ظالم سے ان کے خون کا بدلہ لینا ہی چاہیئے۔

حضرت علیؓ کے مقابلہ میں صف آراء ہونے کی مجبوری بھی انہیں بادلِ ناخواستہ ہی قبول کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ وہ اس مرحلہ پر علیؓ کے موقف کی صحت پر مطمئن نہیں ہو سکے تھے ورنہ جہاں قتل عثمانؓ کا قصاص طلب کرنے کی وجہ ان کی عثمانؓ دوستی نہیں تھی بالکل ایسے ہی علیؓ کے مقابلہ پر آنے کی وجہ بھی ان کی علیؓ دشمنی نہیں تھی اور نہ وہ علیؓ کی نسبت پہلے سے اپنے دل میں کوئی غبار ہی رکھتے تھے بلکہ عمروؓ کا یہ مقام عمروؓ کی صوابدید کے مطابق حالات کا ہی تقاضا تھا اور اس مرحلہ پر یہ ان کے ضمیر کا ہی فیصلہ تھا ورنہ جہاں تک عمروؓ کی عمومی سرگزشتِ حیات کا تعلق ہے وہ خلافت کی حد تک معاویہؓ کے مقابلہ میں علیؓ کا حق فائق سمجھتے تھے۔ لیکن اگر کوئی شخص اتنے واضح پس منظر کے باوجود بضد ہو کہ عمروؓ اس مرحلہ پر علیؓ دشمنی کا شکار ہوئے ہیں تو ہم اس کی بیمار عقل کے ماتم میں وقت ضائع کیے بغیر اس حقیقت نفس الامری پر علیٰ وجہ البصیرت اصرار کریں گے کہ عمروؓ کو معاویہؓ سے بہرحال کوئی محبت نہیں تھی جو وہ ان کے لیے اپنے آپ کو مخالفوں کے بے درد قلم و زبان کی زہر چکانی کا ہدف بن جانے پر آمادہ ہو جاتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ آگے چل کر وہ دونوں باہم وگر وابستہ بھی رہے ہیں اور عمروؓ نے مصر کی ولایت کو بھی دوبارہ حضرت امیر معاویہؓ کی امداد سے ہی حاصل کیا تھا مگر یہ بعد کی بات ہے اور اگر یہ امر کسی باہمی معاہدہ کے نتیجہ میں بھی ہو تو یہ معاہدہ بھی پیش آمدہ حالات میں باہمی رفاقت کی ناگزیریوں کا ہی اثر تھا۔ خود رفاقت کا محرک یا اتحادِ باہمی کی علت نہیں تھا۔

یہ حقیقت اپنی جگہ بڑی ہی واشگاف ہے کہ عمروؓ بن العاص نے جب حضرت عثمانؓ کے المناک قتلِ ناحق کی خبر سنی تو درد پذیری کی شدت سے ان کا احساس فرض شناسی چیخ اٹھا اور ہم بتا چکے ہیں کہ وہ ان دنوں سیاست کی ہنگامہ خیزیوں اور محفل آرائیوں سے دور فلسطین میں عافیت کا ایک گوشہ اپنے لیے تجویز کر چکے تھے اور مصر کی ولایت سے ہٹائے جانے کے بعد سے اب تک وہیں مقیم تھے وہ عثمانؓ کے زخم خوردہ تھے مگر اس کے باوجود عثمانؓ کی دردناک اور مظلومانہ شہادت نے ان کو بے چین کر دیا اور وہ مظلوم کی حمایت اور ظالم کے خلاف خروج کے جذبۂ حق سے بے تاب ہو کر گوشہ عافیت سے نکلے اور فلسطین سے دمشق تک کا طویل سفر طے کر کے خلیفہ رسول کے سب سے زیادہ قریبی ولی امیر معاویہؓ کے

پاس پہنچے اور آتے ہی معاویہؓ کی اس مہم میں شریک ہو گئے جو اس خونِ ناحق پر قصاص طلبی کے زیرِ عنوان پہلے سے جاری تھی ان کے سامنے نہ کسی معاہدہ کا تصور تھا، نہ وہ سودا بازی کے جذبہ سے یہاں آئے تھے۔ نہ مصر پر دوبارہ حاکمانہ تصرف پر اب انہیں متوقع تھا اور نہ وہ اس کے لیے سرگرمِ عمل ہی تھے۔ وہ معاویہؓ کے پاس خالصتہً یہ ایک ہی جذبہ لے کر پہنچے تھے کہ ان کے نزدیک عثمانؓ کی دردناک مظلومیت قصاص کی متقاضی تھی اور وہ اس مظلومیت کو اس کا حق دلانا چاہتے تھے ورنہ امیر معاویہؓ کی حد تک تو معاویہؓ کی طرف سے مصر بخشی کے بعد بھی دونوں کے تعلقات میں کبھی خوشگواری نہیں آئی تھی۔

بیروت کے مشہور مؤرخ علامہ ابو النصر نے اپنی کتاب "معاویہ بن ابی سفیان" میں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کے باہمی تعلقات پر بحث کے دوران بعض ایسے حقائق سے پردہ اٹھایا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ عمروؓ بن العاص نے مصر کے تختِ حکومت کو دوبارہ معاویہؓ ہی کی امداد سے حاصل کیا تھا مگر نہ صرف یہ کہ اس کے بعد بھی دونوں کے باہمی تعلقات میں کبھی خوشگواری پیدا نہیں ہو سکتی تھی بلکہ خود صفّین کے موقعہ پر بھی جبکہ عمروؓ حضرت معاویہؓ کے موقف کے پرجوش حامی اور ان کی تحریکِ قصاص طلبی کے ایک مضبوط ستون تھے دونوں کے ذاتی تعلقات میں کوئی گرمجوشی موجود نہیں تھی۔

یہ کتاب یہاں پاکستان میں بھی ملتی ہے اور اس کا اردو ترجمہ شیخ محمد احمد مرحوم پانی پتی کے قلم سے ۱۹۵۷ء میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ علامہ ابو النصر رقمطراز ہیں:

"حضرت معاویہؓ بھی حضرت عمروؓ بن العاص سے زیادہ "زیاد" کو پسند کرتے تھے۔ اگر حضرت عمروؓ بن العاص حضرت معاویہؓ کے ابتدائی ایام میں وفات نہ پا جاتے اور کچھ عرصہ اور زندہ رہتے تو یقیناً ان دونوں میں زبردست اختلاف پیدا ہو جاتا۔

گو حضرت معاویہؓ بطورِ خود کسی سے اختلاف پیدا کرنے کو مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن حضرت عمروؓ بن العاص نے اپنے لیے مصر کی جو ولایت حاصل کر لی تھی وہ حضرت معاویہؓ کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔

ادھر حضرت عمروؓ بن العاص اپنے آپ کو حضرت معاویہؓ سے زیادہ قابل سمجھتے

تھے اور اکثر اپنے ہم نشینوں میں کہا کرتے تھے کہ اگر میری سعی و تائید حضرت معاویہؓ کو حاصل نہ ہوتی تو وہ کبھی خلافت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے" [1]

ایک اقتباس مزید ملاحظہ فرمائیے:۔

"حضرت معاویہؓ نے انہیں مصر کی ولایت بھی سپرد کر دی لیکن پھر بھی دونوں کے درمیان دِلی مودت قائم نہ ہو سکی" [2]

کہا جا سکتا ہے کہ عمروؓ اور معاویہؓ کا یہ اختلاف اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جب وہ دونوں اپنے اپنے حلقہ ہائے حکومت میں اپنے اپنے حکومتی مصالح اور احوال وظروف کے مقتضیات کو ملحوظ رکھنے کی مجبوریوں کے حامل تھے اور یہ بہت ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے بعض پیش آمدہ حالات و وجوہ نے ان کی دوستی اور یگانگت کو متاثر کیا ہو اور وہ ایک دوسرے سے دور ہو گئے ہوں۔ بنا بریں ان حوالہ جات سے یہ اثر لینا درست نہیں ہے کہ وہ کسی پہلے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کے لیے عظیم ایثار کا اظہار نہیں کر سکتے تھے مگر ٹھہریئے یہ غلط فہمی بھی یہیں دور کر لیجئے۔

یہی مصنف مزید تحریر کرتے ہیں:۔

"جنگِ صفین کے موقعہ پر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کو دعوتِ مبارزت دی مگر حضرت معاویہؓ نے پس و پیش کی۔ اس پر حضرت عمروؓ بن العاص نے ان سے کہا، علیؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ جیسے شخص کو ان کی دعوتِ مبارزت قبول کرنے میں پس و پیش کرنا زیب نہیں دیتا۔ یہ سن کر معاویہؓ کہنے لگے تم مجھے دھوکہ دے رہے ہو اور مرے قتل کے درپے ہو" [3]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمروؓ بن العاص اور حضرت معاویہؓ کے ناخوشگوار تعلقات کا مسئلہ کوئی سربستہ راز نہیں رہا تھا بلکہ لوگ اس سلسلہ میں بہت کچھ جانتے بوجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ واقعات میں غیر واقعی امور کو بھی دخل دعمل کا موقعہ ملا اور مبالغہ آرائیوں کے ہجوم میں بات کچھ سے کچھ بن جاتی رہی۔ چنانچہ اسی مؤرخ نے حضرات معاویہؓ و عمروؓ اور ان کے حاشیہ نشینوں کی ایک مجلس کا مکالمہ نقل کیا

---

[1] معاویہ بن ابی سفیان ص ۲۶۶ [2] کتاب مذکور ص ۲۶۷ [3] ایضاً ص ۲۶۷-۲۶۸

ہے جس سے واقعات کی رفتار کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

فاضل مصنف لکھتے ہیں :۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے اپنے ہم جلیسوں سے پوچھا :۔

"سب سے عجیب چیز کیا ہے؟

یزید نے جواب دیا :۔

"سب سے عجیب چیز یہ بادل ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ٹھیرا ہوا ہے، نہ نیچے سے کوئی چیز اسے سہارا دیے ہوئے ہے نہ وہ اوپر کسی شئی سے بندھا ہوا ہے"

دوسرا کہنے لگا :۔

"عجیب تر امر یہ ہے کہ جاہل کسی چیز کو حاصل کرے لیکن عقلمند اس کے حصول سے محروم رہے"

حضرت عمروؓ بن العاص کہنے لگے :۔

"عجیب تر امر یہ ہے کہ کوئی شخص باطل پر ہونے کے باوجود اس شخص پر غالب آ جائے جو حق پر ہو"

دراصل آپ کی مراد یہ تھی کہ معاویہؓ جو باطل پر ہیں حضرت علیؓ پر غالب آ گئے حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا اس پر حضرت معاویہؓ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ :۔

"دراصل عجیب تر امر یہ ہے کہ کسی شخص کو کوئی ایسی چیز دے دی جائے جس کا وہ مستحق نہ ہو"

حضرت معاویہؓ کا مطلب یہ تھا کہ عمروؓ بن العاص کو مصر کی ولایت سپرد کر دی گئی ہے لیکن وہ اس کے حقدار نہیں ہیں۔ اس طرح دونوں نے ایک دوسرے کے متعلق اپنے اپنے جذبات ایک دوسرے پر ظاہر کر دیے۔ عمروؓ بن العاص حضرت معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں ہی وفات پا گئے اور حضرت امیر معاویہؓ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں ایسی شخصیت سے نجات دی جس کی طرف سے انہیں کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا تھا"

ہو سکتا ہے کہ معاویہؓ کی نسبت جو الفاظ عمروؓ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں یہ الفاظ ان کے نہ ہوں اور قیاس یہی چاہتا ہے کہ ان کے نہیں ہو سکتے اور یہ روایت بھی عمروؓ اور معاویہؓ کے کسی مشترک معاند کی ہی تخلیقی صلاحیتوں کا شاہکار ہے مگر اس نوع کی دوسری روایات کی طرح شہرت پا جانے سے ہمارے مؤرخین کے سرمایۂ تاریخ کا حصہ بن گئی ہے ورنہ یہ امر یکسر ناقابلِ فہم ہے کہ جنگِ صفّین میں معاویہؓ کی طرف سے خروج کر چکنے اور پھر ان کی طرف سے مجلسِ ثالثی میں ترجمانی کے فرائض سرانجام دینے کے باوجود وہ معاویہؓ کو ناحق پر سمجھتے ہوں۔ اگر ایسا ہی تھا تو پھر ان کا فلسطین سے چل کر دمشق پہنچنا بجائے خود ناحق اور حمایتِ ناحق ہے۔ وہ اگر معاویہؓ کو ناحق پر سمجھتے تو انہیں کیا پڑی تھی کہ اپنی مامون و محفوظ زندگی کو باطل کے لیے خطرات کے سپرد کر دیتے اور بیٹھے بیٹھے اپنی عافیت کو مہالک میں کھو دیتے۔

واقعہ یہ ہے کہ بیروت کے فاضل مؤرخ بھی واقعات کی جمع و ترتیب میں جذباتیت سے اکثر مغلوب رہے ہیں اور وہ اگرچہ عمروؓ اور معاویہؓ کے لیے بھی رضی اللہ عنہ کا کلمہ ہی استعمال کرتے ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس تکلیف میں اس محبوب روش کی پابندی سے نہیں ہٹے جو صحابۂ رسول کے لیے امت میں جاری ہے ورنہ ان حضرات کے حق میں ان کا یہ کلمۂ خیر اس عقیدت کا مظہر نہیں ہے جس کا یہ کلمہ دراصل مستحق ہے اور اس شبہ کے لیے ان کی دوسری تصنیفات مثلاً "علیؓ" اور "عائشہؓ" وغیرہ میں بھی کافی مواد موجود ہے۔

مگر ہمیں ان واقعات کے نقل کرنے سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ عمروؓ کا علیؓ کے مقابلہ میں آنا معاویہؓ پسندی یا علیؓ دشمنی کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ جب معاویہؓ اور عمروؓ کے باہمی اختلاف کا ذکر خود بعض ان شیعی روایات میں بھی موجود ہے تو اس حال میں یہ بات قابلِ تسلیم نہیں کہ عمروؓ کو معاویہؓ کی دوستی کھینچ لائی تھی یا عمروؓ ان کے لیے اتنا ایثار کر سکتے تھے جو ان کے مستقبل کو تاریخ کی بھیانک تاریکیوں کے سپرد کر دے اور علیؓ سے بھی ان کی دشمنی ثابت نہیں کہ ان کے خروج کا سبب یہی قرار دے لیا جائے پھر جب ان میں کوئی بھی بات موجود نہیں تھی تو ظاہر ہے کہ عمروؓ پر ناحق روی کا الزام خود اپنی ناحق روی اور ناحق پسندی ہی ہے اور جو روایت عمروؓ کو جھوٹ کی معصیت سے ملوث کرتی ہے وہ خود جھوٹ اور سیاسی ضرورتوں کی تخلیق ہے۔

(جاری ہے)